مولانا عبید اختر رحمانی*

فقہ حنفی کی مقبولیت کے اسباب و وجوہ کا ایک جائزہ

فقہ حنفی کو اللہ نے جس قبول عام سے نوازا ہے، اس سے ہر خاص و عام بخوبی واقف ہے۔ دنیا بھر کے سنی مسلمانوں کا دو تہائی حصہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اجتہادات کے مطابق عبادات کی ادائیگی کرتا آ رہا ہے۔ فقہ حنفی کے اس قبول عام کی کچھ خاص وجوہ رہی ہیں؛ لیکن اکثر ایسا ہوا ہے کہ اس کے اسباب پر گہرائی سے غور و فکر کرنے کے بجائے محض یہ کہہ کر اس حقیقت کو گدلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ حکومت عباسیہ کی سرپرستی اور اثر و نفوذ کے سبب فقہ حنفی کو فروغ حاصل ہوا۔ یہ ایک وجہ ہو سکتی ہے؛ لیکن مکمل اور سب سے بڑی وجہ نہیں۔ دور حاضر میں بعض لوگ جب فقہ حنفی کی خداداد مقبولیت کا انکار نہیں کر سکے تو انھوں نے بطور تحقیر بعض نامکمل حوالے پیش کر کے یہ کہنا اور بھرم پھیلانا شروع کر دیا کہ فقہ حنفی کو مسلمانوں کے درمیان اتنی بڑی پذیرائی ملنا محض حکومت و سلطنت کے نظر کرم کی وجہ سے تھا، اس کا خداداد مقبولیت سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ ذیل کے مضمون میں اسی غلط فہمی کو دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور یہ اس کی قبولیت کے واقعی اسباب و وجوہ بیان کیے گئے ہیں:

(۱) امام ابوحنیفہ کا اخلاص

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس کے اندر اپنے کام کے تعلق سے اخلاص ہوتا ہے، خدا کی رضا مقصود ہوتی ہے، خدا کے بھی اس کے نام اور کام کو زندہ اور باقی رکھتا ہے۔ ہم میں سے کون نہیں جانتا کہ امت محمدیہ کثیر التصانیف امت ہے۔ اس کے باوجود عالم گیر قبولیت کی حامل کتابوں کی فہرست بہ آسانی مرتب کی جا سکتی ہے۔

ہم یہ نہیں کہتے کہ جن کے مذاہب مٹ گئے یا پھر زیادہ مقبول نہ ہوئے ان کے موسسین کے اندر اخلاص نہ تھا، ایسی بات سے خدا کی پناہ! ہو سکتا ہے اس کی کچھ دوسری وجوہ ہوں۔ ان کے موسسین کے اخلاص میں شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ جو لوگ فقہ حنفی کی توسیع اور نشر و اشاعت اور اکثر بلاد و امصار میں قبولیت عامہ کو صرف سلطنتوں کی پشت پناہی کا ثمرہ سمجھتے ہیں وہ لوگ یقیناً غلطی پر اور فاش غلطی پر ہیں۔ اس قبولیت عامہ کا مرجع اور منبع امام ابوحنیفہ کا اخلاص اور خدا کی رضا جوئی ہے۔

عن وکیع بن الجراح کان واللہ ابوحنیفة عظیم الامانة، وکان اللہ فی قلبه،

* نگران شعبہ تحقیق المعہد العالی الاسلامی، حیدر آباد (انڈیا)

جليلا عظيما يوثر رضاه على كل شی ولواخذته السيوف فی الله تعالی لاحتمل ،(مناقب الائمۃ الاربعۃ لعبدالہادی المقدسی،ص ۶۰)

''وکیع بن جراح کہتے ہیں :ابوحنیفہ بڑے امانت دار تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ کی ان کے دل میں بڑی عظمت وکبریائی تھی، اللہ کی رضا کو ہر چیز پر ترجیح دیتے تھے خواہ اس میں جان ہی جانے کا خطرہ کیوں نہ ہو۔''

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ان اللہ اذا احب عبدا دعا جبریل فقال : انی احب فلانا فاحبہ، قال فیحبہ جبریل، ثم ینادی فی السماء فیقول : ان اللہ یحب فلانا فاحبوہ فیحبہ اہل السماء ،قال ثم یوضع لہ القبول فی الارض (بخاری باب ذکر الملائکۃ ،حدیث نمبر ۳۲۰۹،مسلم باب اذا احب اللہ عبدا، حدیث نمبر ۲۶۳۷)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندے سے محبت کرتے ہیں تو جبریل علیہ السلام کو بلا کر فرماتے ہیں: میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، چنانچہ جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں اور (ساتھ ہی) آسمان میں اعلان کرتے ہیں کہ فلاں شخص سے اللہ تعالی محبت فرماتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو، چنانچہ آسمان والے (سب کے سب) سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کے لیے قبولیت رکھ دی جاتی ہے۔''

یہ امام ابوحنیفہ کا اخلاص ہی تھا کہ انھوں نے زندگی بھر اپنے مخالفین سے الجھنے کی کوشش نہیں کی۔ اگر کسی نے کچھ غلط سلط کہا بھی تو اس کو سنا ان سنا کر دیا اور معاملہ خدا کے سپرد کر دیا۔ اللہ کو اپنے بندے کی ادا پسند آئی کہ اس کی خاموشی کے بدلے پورے عالم میں شہرت دے دی۔

جعفر بن حسن کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا انھوں نے کہا: میری مغفرت فرمادی۔ انھوں نے پوچھا علم کی وجہ سے۔ تو فرمایا کہ فتوی تو فتوی دینے والے کے لیے بہت ہی سخت معاملہ ہے۔ پھر انھوں نے پوچھا کہ کس وجہ سے مغفرت ہوئی تو فرمایا کہ لوگوں کی میرے بارے میں ایسی باتوں کی وجہ سے جو مجھ میں نہیں تھی۔ (مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ ص ۵۲)

عباد تمار کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ کو خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ کیا معاملہ پیش آیا۔ انھوں نے کہا کہ اپنے رب کی وسیع رحمت کا معاملہ ہوا۔ میں نے پوچھا کہ علم کی وجہ سے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہائے افسوس علم کے لیے تو سخت شرائط ہیں اور اس کی اپنی آفتیں ہیں بہت کم لوگ اس سے بچ سکتے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا کہ تو پھر کس وجہ سے رحمت کا معاملہ ہوا؟ فرمایا کہ میرے بارے میں لوگوں کی ایسی ایسی باتوں کی وجہ سے جس سے میں بری تھا۔ (مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ ص ۵۲)

یہی وجہ ہے کہ جو لوگ امام ابوحنیفہ کے مخالفت کرتے رہے انھوں نے بھی اعتراف کیا کہ امام ابوحنیفہ کی مقبولیت کا دائرہ کوفہ سے گزر کر سارے عالم اسلام میں پہنچ چکا ہے۔

عبد اللہ بن الزبیر الحمیدی، قال: سمعت سفیان بن عیین، یقول: شیئان ما

ظننت انهما یجاوزان قنطرة الکوفة، وقد بلغا الآفاق: قراء ة حمزة، ورای ابی حنیفة (تاریخ بغداد ۱۵/۴۷۵، اسنادہ صحیح)

''سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ دو چیزوں کے بارے میں میرا گمان تھا کہ وہ کوفہ کی حدود سے بھی تجاوز نہیں کریں گی؛ لیکن وہ دنیا بھر میں پھیل چکی ہیں۔ ایک حمزہ کی قرات دوسرے ابوحنیفہ کے اجتہادات۔''

فقہ حنفی کی قبولیت عامہ کی بنیادی اور اولین وجہ یہی ہے۔ (واللہ اعلم)

(۲) رضائے الٰہی

حقیقت یہ ہے کہ فقہ حنفی سے جس طرح اسلامی ممالک اور بلاد وامصار معمور رہے، اسے صرف اللہ کی مرضی اور منشا سے ہی تعبیر کیا جاسکتا ہے۔ ورنہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں کہ کسی کے اجتہاد کو اتنی ہردلعزیزی اور مقبولیت نصیب ہو اور عالم اسلام کا بیشتر علاقہ فقہ حنفی کو اپنائے؛ حالانکہ یہ تمام علاقے ثقافت اور کلچر کے اعتبار سے ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ کہاں چین اور کہاں عراق، کہاں ہندوستان اور کہاں بلاد روم، اس کے باوجود فقہ حنفی کا علم ہر جگہ نور افشاں ہے، تو یہ صرف مشیت الٰہی اور رضائے خداوندی ہی ہے۔ ہم دنیا میں ایسے کتنے ہی واقعات سے واقف ہیں کہ بہت سارے اشخاص جو نہ صرف نہایت قابل اور عالم وفاضل تھے؛ لیکن دنیا ان کے فیض سے محروم رہی اور بہت سارے افراد بھلے ہی علمی اعتبار سے کم درجہ کے ہوں؛ لیکن ان سے زیادہ فیض پہنچا۔ اور اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ اس شخص کی کوئی ادا اللہ کو پسند آجاتی ہے اور اللہ اس کے فیض کو عام کردیتے ہیں اور اس کے لیے صدقہ جاریہ بنادیتے ہیں۔

خدانخواستہ ہمارا کہنا یہ نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہ علم یا عمل کے اعتبار سے کسی سے کمتر تھے؛ بلکہ وہ علم وعمل کی جس بلندی پر تھے وہ تاریخ اور کتب سوانح میں مذکور ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فقہ حنفی کی نشرواشاعت اور لوگوں کے قبول عام کو صرف رضائے الٰہی کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔ اس کی جانب بعض علمائے نے رضائے الٰہی اور بعض نے سرالٰہی سے تعبیر کرکے اشارہ کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن الاثیر لکھتے ہیں۔

ویدل علی نزاھته عنها ما نشر الله تعالی له من الذِکر المنتشر فی الآفاق، والعلم الذی طبق الارض، والاخذ بمذھبه وفقهه والرجوع الی قوله وفعله، وان ذلك لو لم یکن لله فیه سر خفی، ورضی اِلٰهی وفقه الله له لما اجتمع شطر السلامِ او ما یقاربه علی تقلیده، والعمل برایه ومذهبه حتی قد عبِد الله ودِین بفقهه، وعمل برایه ومذهبه، واخذ بقوله الی یومنا هذا ما یقارب اربعمائة وخمسین سنة (جامع الاصول ۱۲/۹۵۲)

''اور امام ابوحنیفہ کے فقہ کی پاکیزگی کی دلیل یہ ہے کہ اللہ نے ان کو پوری دنیا میں شہرت بخشی ہے اور ان کے علم سے روئے زمین کے علما سیراب ہورہے ہیں اور پوری دنیا میں ان کے مذہب اور فقہی اجتہادات پر عمل کیا جاتا ہے اور ان کے قول وفعل کی جانب توجہ دی جاتی ہے اور اگر اس بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا

پوشیدہ راز نہ ہوتا اور اللہ کی مرضی نہ ہوتی جس کی اللہ نے امام ابوحنیفہ کو توفیق ارزانی کی ہے تو نصف اہل اسلام یا اس کے قریب ان کی تقلید پر اور ان کی رائے پر عمل کرنے پر متفق نہ ہوتے اور یہی وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کے دور سے لے کر آج تک سنہ ہجری تک ان کے اجتہادات کے مطابق اللہ کی عبادت کی جاتی رہی ہے، ان کی رائے اور مذہب پر عمل کیا جاتا رہا ہے۔''

واضح رہے کہ یہ ابن اثیر نے اپنے عہد کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ ورنہ امام ابوحنیفہ کے دور سے لے کر پندرہویں صدی یعنی موجودہ دور تک امام ابوحنیفہ کی فقہ پر بیشتر اہل اسلام عمل کرتے چلے آ رہے ہیں۔

ایک دوسری وجہ یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ فقہ حنفی بواسطہ امام حماد، ابراہیم نخعی، علقمہ واسود حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے خزانہ علم وفکر سے مستفیض ہے۔ اور صرف فقہ حنفی ہی کیوں کہیے؛ بلکہ تمام فقہائے کوفہ کا فقہ وفتاویٰ میں اصل مرجع حضرت عبداللہ بن مسعود ہی ہیں اور وہی دراصل فقہ کوفی کے بانی مبانی ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ابن ام عبد جو تمہارے لیے پسند کریں، میں بھی اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہوں۔

رضِیت لامتِی ما رضِی لہا ابن امِ عبد (مستدرک حاکم ۳/۳۱۳)

ایک دوسری روایت میں یہ لفظ بھی آیا ہے۔

قد رضِیت لکم ما رضِی لکم ابن امِ عبد (مستدرک حاکم ۳/۳۱۹)

جب کہ ایک اور روایت میں اس طرح مذکور ہے:

رضِیت لامتِی ما رضِی لھم ابن امِ عبد، وکرِھت لامتِی ما کرِہ لھا ابن امِ عبد (فضائل الصحابہ لاحمد بن حنبل، حدیث نمبر ۱۵۳۶)

''میں نے اپنی امت کے لیے وہی پسند کیا ہے جس کو ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) نے پسند کیا ہے اور میں نے اپنی امت کے لیے اس کو ناپسند کیا ہے جس کو ابن ام عبد نے ناپسند کیا ہے۔''

اور یہ سمجھنا مشکل نہیں کہ جو اللہ کے رسول کی پسند ہوگی، وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بھی پسندیدہ ہوگی۔ اس طرح اگر منطق کی زبان میں کہیں تو اللہ کے رسول نے عبداللہ بن مسعود کے بارے میں فرمایا کہ میں اپنی امت کے بارے میں وہی پسند کرتا ہوں جس کو ابن مسعود پسند کریں، ابن مسعود کے اقوال ہی فقہ حنفی کا اصل سرمایہ ہیں، اس طرح یہ منطقی نتیجہ کے طور پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند قرار پاتی ہے اور بالواسطہ طور پر اللہ تبارک وتعالیٰ کی پسند قرار پاتی ہے اور ظاہری سی بات ہے کہ قبول عام اسی کو نصیب ہوگا جس کو اللہ پسند کریں گے۔ فقہ حنفی کو قبول عام جو نصیب ہوا ہے تو اس لیے کہ اس کو اللہ نے پسند کیا ہے۔

فقہ حنفی کی قبولیت میں رضائے الٰہی کو دخل ہے، اس کی جانب حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی اپنے بعض رسالوں میں اشارہ کیا ہے۔ وہ اپنے مکاتیب میں لکھتے ہیں:

''ایک روز اس حدیث پر ہم نے گفتگو کی کہ ایمان اگر ثریا کے پاس بھی ہوتا تو اہل فارس کے کچھ لوگ یا ان

میں کا ایک شخص اس کو ضرور حاصل کر لیتا۔ فقیر (شاہ صاحب) نے کہا کہ امام ابوحنیفہ اس حکم میں داخل ہیں؛ کیونکہ حق تعالیٰ نے علم فقہ کی اشاعت آپ ہی کے ذریعہ کرائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ مہذب کیا۔ خصوصا اس اخیر دور میں کہ دولت دین کا سرمایہ یہی مذہب ہے۔ سارے ملکوں اور شہروں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی حنفی ہیں۔ اکثر درس علوم دینے والے علما اور اکثر عوام بھی حنفی ہیں۔'' (کلمات طیبات مطبع مجتبائی ص ۱۶۸)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے ایک دوسرے مقام پر اپنے مکاشفات ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مذہب کا معاملہ بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ کبھی ایک ملت کی حفاظت کی طرح حق تعالیٰ کی عنایت خود کسی مذہب کی حفاظت کی طرف بھی متوجہ ہوتی ہے۔ اس معنی کر کہ اس مذہب کے نگہبان و پیرو ہی اس وقت ملت کی جانب سے مدافعت کرنے والے ہوتے ہیں۔ یا یہ کسی علاقے میں انہی کا شعار حق و باطل کے درمیان وجہ فرق ہوتا ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر ملا اعلیٰ یا ملا اسفل میں یہ بات کہی جاتی ہے کہ ملت دراصل یہی مذہب ہے۔''

آگے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں:

''جب یہ تمہید ذہن نشیں ہوگئی تو آگے کہتا ہوں: مجھے ایسا نظر آتا رہا کہ مذہب حنفی میں کوئی خاص بات اور اہم راز ہے۔ میں برابر اس مخفی راز کو سمجھنے کے لیے غور وفکر کرتا رہا حتی کہ مجھ پر وہ بات کھل گئی جسے بیان کر چکا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ معنی دقیق کے اعتبار سے اس مذہب کو ان دنوں تمام مذاہب پر غلبہ وفوقیت حاصل ہے۔ اگر معنی اولی کے اعتبار سے بعض دوسرے مذاہب اس پر فائق بھی ہیں۔ اور میرے سامنے یہ بات بھی آئی کہ یہی وہ راز ہے جس کا بسا اوقات بعض ارباب کشف کسی درجہ میں ادراک کر لیتے ہیں اور پھر اس کو تمام مذاہب کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں اور بعض مرتبہ یہی راز تصلب و پختگی کی بابت الہام کے طور پر اور کبھی خواب کی صورت میں اس طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے اس مذہب پر عمل کے سلسلہ میں تحریض ہوتی ہے۔'' (فیوض الحرمین ص ۱۰۵، بحوالہ فقہ ولی اللہی ص ۱۵۰)

یہ حقیقت ہے کہ تاریخ کے بیشتر ادوار میں اسلامی مملکتوں کے سربراہ حنفی رہے ہیں اور سرحدوں کی حفاظت، دشمنان دین اسلام سے مقاتلہ، دارالاسلام کی توسیع اور احکام شرعیہ کا نفاذ انہی کے ہاتھوں میں رہا، لہٰذا حنفی مذہب کی بقا اور حفاظت خود مرضی الٰہی رہی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت شاہ صاحب نے فروعات فقہیہ میں اپنی قوم کی مخالفت کو مراد حق کی مخالفت قرار دیا ہے؛ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ان مراد الحق فيك ان يجمع شملا من شمل الامة المرحومة بك واياك ان تخالف القوم فى الفروع فانه مناقض لمراد الحق (فیوض الحرمین ص ۶۲)

''حق تعالیٰ کی مراد تم سے یہ ہے کہ امت مرحومہ کی شیرازہ بندی کی جائے اور خبردار فروعات میں اپنی قوم

کی مخالفت سے بچتے رہنا؛ کیونکہ وہ حق تعالی کی مراد کے خلاف ہے۔''

یہ تھوڑے سے نصوص یہ بتانے کے لیے کافی ہیں کہ رضائے الٰہی کے عنوان سے میں نے جو فقہ حنفی کی نشر واشاعت کا سبب بیان کیا ہے۔ وہ مضبوط بنیادوں پر قائم ہے اور یہ راقم الحروف کی اختراع نہیں؛ بلکہ دیگر سابق علما کی تحقیق سے استمداد واستفادہ ہے۔

(۳) قابل اور باصلاحیت شاگرد

حقیقت یہ ہے کہ شخصیت کتنی بھی عظیم کیوں نہ ہو؛ لیکن تاریخی طور پر اس کا نام اور کام جاری رہنے کے لیے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنی ذات کی قربانی دے کر اپنے استاد یا تحریک کے موسس کے کام کو آگے بڑھا سکیں۔ ایسے شاگردوں کا ملنا اور ایسے افراد کا تحریک سے جڑنا محض فضل ربانی اور عطائے ایزدی ہے۔ ورنہ تاریخ کی کتنی ہی نامور ہستیاں ایسی ہیں جو باوجود علم وفضل کا پہاڑ ہونے کے محض اس لیے صرف کتابوں میں دفن ہوکر رہ گئیں کہ ان کے بعد ان کے کام اور کاز کو آگے بڑھانے والے مخلص شاگرد دستیاب نہ ہوئے، یا ان کے شاگردان کے علمی امانت کے لائق امین نہ بن سکے۔

حضرت لیث بن سعد علم حدیث وفقہ میں ممتاز مقام کے حامل ہیں، مجتہد ہیں، مصر میں ان کا مذہب بھی ایک عرصے تک رائج رہا۔ ان کی فقاہت کی تعریف موافق ومخالف سبھی نے کی ہے، وہ امام مالک کے ہم عصر تھے۔ ان دونوں میں بعض امور کے تعلق سے اختلاف بھی تھا، جس پر دونوں میں مشہور خط وکتابت بھی ہوئی جس کو پڑھ کر آج بھی آنکھوں میں ٹھنڈک اترتی ہے اور دل کو سکون ملتا ہے کہ ہمارے اسلاف اختلاف میں بھی کتنا مہذب اور شائستہ طریقہ کار اختیار کرتے تھے۔

لیث بن سعد کے بارے میں امام شافعی کہتے ہیں:

اللیث افقه من مالك الا ان اصحابه لم یقوموا به

لیث مالک سے زیادہ فقیہ تھے لیکن لیث کے شاگرد اپنے استاذ کے علم کی حفاظت نہ کر سکے۔

(طبقات الفقہاء ۱۸۷، تاریخ دمشق لابن عساکر ۵۰/۳۵۸، تہذیب الکمال فی اسماء الرجال ۲۴/۲۷۵، سیر اعلام النبلاء ۷/۲۱۶)

یہ دیکھیے، امام شافعی کا اعتراف کہ لیث امام مالک سے زیادہ فقیہ تھے۔ امام شافعی نے امام مالک کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا تھا اور ان کے بڑے قدر شناس تھے۔ کہتے ہیں کہ جب علما کا ذکر ہو تو امام مالک ستاروں کے مانند ہیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۷/۱۵۵) لیکن فقہی تقابل میں انھوں نے امام مالک پر لیث بن سعد کو ترجیح دی اور اس کے ساتھ ہی ایک چھپے ہوئے سوال کا جواب بھی دے دیا۔ جب لیث بن سعد مصری زیادہ فقیہ ہیں تو پھر ان کو وہ شہرت وہ مقام اور متبعین کی وہ کثرت کیوں نصیب نہ ہوئی جو امام مالک کو نصیب ہوئی تو اس کا جواب امام شافعی یہ دیتے ہیں کہ ان کے شاگردان کے کام اور مشن کو لے کر کھڑے نہیں ہوئے، اس وجہ سے ان کا علم اور ان کی فقاہت عروج پذیر نہیں ہوئی

اور ان کا نام اور کام اور کارنامہ شہرت دوام حاصل نہ کر سکا۔

امام ابوحنیفہ کو اللہ نے ایسے باصلاحیت مخلص اور محبت کرنے والے شاگردوں سے نوازا جنھوں نے اپنے استاد کے منہج کو اپنا منہج بنایا اور اپنے استاد کے علمی کارنامہ کو دنیا بھر میں مشتہر کیا۔ انھوں نے اپنے استاد سے بجا طور پر علمی اختلاف بھی کیا، استاد کے دلائل اور نظریہ پر تنقید بھی کی؛ لیکن اسی کے ساتھ استاد کی ذات سے چمٹے رہے۔ ان کو چھوڑا نہیں ان سے جدائی اختیار نہیں کی۔

یوں تو امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کی تعداد ہزاروں میں ہے؛ لیکن جو شاگردان سے بطور خاص وابستہ رہے وہ ہیں: امام ابو یوسف، امام محمد بن الحسن، امام زفر، امام حسن بن زیاد۔

امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے جب دیکھا کہ اوزاعی نے امام ابوحنیفہ کے سیر کے مسائل پر تنقید کی ہے تو انھوں نے اس کا مدلل جواب لکھا جو الرد علی الاوزاعی کے نام سے مشہور ہے۔ اسی طرح انھوں نے اپنے استاد کی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے جمع کیا۔ اسی طرح اپنے سابق استاد ابن ابی لیلیٰ اور امام ابوحنیفہ کے درمیان بعض مسائل میں اختلاف کو دلائل کے ساتھ واضح کیا اور اپنا رجحان بھی بتایا۔

امام محمد نے استاد کے مسلک اور منہج پر کتابیں لکھیں جو ظاہر الروایۃ کے نام سے مشہور ہے۔ اہل عراق اور اہل مدینہ کے اختلافات پر الحجۃ علی اہل المدینہ لکھی اور اس کے علاوہ دیگر کتابیں لکھ کر استاد کے نام اور کام کو آگے بڑھایا۔

امام زفر نے اہل بصرہ کی اہل کوفہ سے عداوت کی وجہ سے امام ابوحنیفہ سے برگشتگی کو حکمت اور حسن تدبیر سے دور کیا اور اہل بصرہ کو بھی آپ کا محبّ ومطیع اور فرمانبردار بنا دیا۔

امام ابن عبدالبر اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

> ''زفر بصرہ کے قاضی بنائے گئے تو انھوں نے فرمایا کہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ اہل بصرہ اور ہمارے مابین حسد وعداوت پائی جاتی ہے۔ لہذا آپ کا سلامت بچ نکلنا دشوار ہے۔ جب بصرہ میں قاضی مقرر ہو کر آئے تو اہل علم جمع ہو کر روزانہ آپ سے فقہی مسائل میں مناظرہ کیا کرتے تھے۔ جب ان میں قبولیت اور حسن ظن کا رجحان دیکھتے تو کہتے یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے۔ اہل بصرہ متعجب ہو کر پوچھتے کیا ابوحنیفہ ایسا کہہ سکتے ہیں، امام زفر جواب دیتے: جی ہاں اور اس سے بھی زیادہ! اس کے بعد تو معمول سا ہو گیا کہ جب بھی زفر اہل بصرہ کا رجحان تسلیم وانقیاد دیکھتے تو کہتے کہ یہ ابوحنیفہ کا قول ہے اس سے اہل بصرہ اور متعجب ہوتے چنانچہ امام زفر کا اہل بصرہ سے یہی رویہ رہا یہاں تک کہ بغض وعداوت چھوڑ کر وہ امام صاحب کے معتقد ہو گئے۔ پہلے برا بھلا کہتے تھے اب ثنا خوانی میں رطب اللسان رہنے لگے۔'' (الانتقاء لابن عبدالبر ص ۱۷۳)

عبدالبر کے اس بیان میں یہ بات غلط ہے کہ امام زفر بصرہ کے قاضی بنا کر بھیجے گئے تھے؛ بلکہ جب ان کو قاضی بنانے کا فرمان صادر ہوا تو انھوں نے اپنا گھر منہدم کر دیا اور روپوش ہو گئے۔ بصرہ وہ اپنے بھائی کے میراث کے سلسلہ

میں گئے تھے۔ اہل بصرہ کو ان سے اتنی عقیدت ہوگئی کہ انھوں نے پھران کو بصرہ سے باہر جانے نہیں دیا۔ علامہ کوثری ''لمحات النظرفی سیرۃ الامام زفر'' میں اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ (دیکھیے ص ۲۵)

مغرب میں امام ابوحنیفہ کے مذہب اور مسلک کو پھیلانے والے اسد بن فرات ہیں۔ اسد بن فرات نے امام مالک سے بھی تحصیل علم کیا تھا اوراسی کے ساتھ امام محمد بن حسن رحمہ اللہ کے خرمن علم سے بھی خوشہ چینی کی تھی۔ ان کا رجحان احناف کی جانب زیادہ تھا؛ چنانچہ مغرب میں ان کی علمی وجاہت سے فقہ حنفی کو فروغ ہوا۔ (''حیاتِ امام ابوحنیفہ''، مصنف ابوزہرہ ص ۷۵۷)

امام حسن بن زیاد نے مختلف موضوعات پر خصوصا قضاء کے مختلف موضوعات پر کتابیں لکھ کر اس موضوع کے خس وخاشاک کو صاف کیا اور بعد والوں کے لیے راہ ہموار کی۔ پھر ان چراغوں سے نئے چراغ جلے اور ان چراغوں نے مزید چراغ جلائے اور پوری دنیا فقہ حنفی سے منور ہوگئی اور اس کی ضیا پاشیوں نے پوری دنیا کو اپنے احاطہ میں لے لیا۔ ان چاروں کے علاوہ امام ابوحنیفہ کے دامن فقہ سے وابستہ دیگر تشنگان علم نے بھی خوشہ چینی کی اور جہاں رہے وہاں امام ابوحنیفہ کے نام کو روشن کیا اور ان کے دبستان فقہ کو فروغ بخشا۔ مثلا عبداللہ بن المبارک کی ذات گرامی کو لے لیں، انھوں نے بھی فقہ حنفی کی خدمت کی ہے اور امام ابوحنیفہ کے مسائل پر مبنی کتاب لکھی ہے۔

سليم بن سليمان يقول: قلت لِابنِ المباركِ: وضعت مِن رايِ ابِي حنِيفة ولم تضع مِن رايِ مالِك قال: لم اره علما (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۱۰۷)

''سلیم بن سلیمان کہتے ہیں: میں نے ابن مبارک سے کہا کہ آپ نے امام ابوحنیفہ کی فقہ پر کتابیں لکھی ہیں، امام مالک کی فقہ پر کتاب کیوں نہیں لکھی تو فرمایا کہ وہ مجھ کو زیادہ جچی نہیں۔''

اس حوالہ سے مقصود امام مالک کی تنقیصِ شان نہیں؛ بلکہ مراد یہ ہے کہ فقہ حنفی کی خدمت کرنے والوں میں سے ایک عبداللہ بن المبارک ہیں۔

شیخ ابوزہرہ فقہ حنفی کی نشر واشاعت کے تحت لکھتے ہیں۔

''جب سیاسی قوت کمزور پڑ گئی تو وہ علما کی ہی جدوجہد تھی جس نے مختلف امصار وبلاد میں فقہ حنفی کو زندہ رکھا۔ اس ضمن میں علما کی کوشش ایک نہج پر قائم نہیں رہی؛ بلکہ رفتار زمانہ کے پیش نظر کبھی اس میں قوت رونما ہوئی اور کبھی کمزوری واقع ہوئی۔ جن بلاد وامصار میں علما اثر ورسوخ کے حامل تھے، وہاں یہ مذہب پھلا پھولا اور برگ وبار لایا؛ لیکن جہاں علما کمزور تھے، وہاں مذہب بھی کمزور پڑ گیا۔'' (حیات حضرت امام ابوحنیفہ ص ۷۵۶)

(۴) تصنیفی خدمات

اس کا تعلق اگرچہ ماقبل سے ہی ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس کو اس کی اہمیت کے پیش نظر علیحدہ طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ کسی بھی مسلک اور مذہب کو تابندہ اور زندہ رکھنے میں تصنیفی خدمات بہت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ تصنیفی خدمات سے

اندازہ ہوتا ہے کہ کسی مذہب کے خدوخال کیا ہیں، اس کے نقوش کیا ہیں، اس کی بنیاد اور اصول کیا ہیں۔ اگر تصنیفی خدمات نہ ہوں اور اس کے جاننے والے فنا کے گھاٹ اتر جائیں تو پھر یہ مذہب سرے سے نیست و نابود ہو جاتا ہے۔ کسی مذہب کے دوام کے لیے دونوں چیزیں ضروری ہیں یعنی اس مذہب کے جاننے والے اور اس مذہب کی تصانیف۔

اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے بھی یہی نظام قائم کیا ہے؛ چنانچہ ایک جانب انبیا اور رسولوں کو بھیجا اور دوسری طرف صحائف اور کتب بھی نازل فرمائیں۔ کتابوں میں بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک کوئی ان کو عملی طور پر برت کر نہ بتائے سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محض تصنیفی خدمات یا پھر محض اس مذہب کے جانکار رہنے سے کسی مذہب کو دوام نصیب نہیں ہوتا، دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

مذاہب اربعہ زندہ ہیں اور اس کے نام لیوا آج بھی دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہر دور میں اس مذہب کے علما اور فقہا بھی رہے ہیں اور انھوں نے تصنیفی خدمات کے ذریعہ پیش آمدہ واقعات اور حوادث میں لوگوں کی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام دیا ہے۔ محمد بن جریر الطبری، ابن حزم ظاہری کی کتابیں موجود ہیں؛ لیکن چونکہ اس مذہب کے جاننے والے واقف کار علما نہیں ہیں، لہٰذا یہ مذہب تاریخ میں باقی نہیں رہا۔

ابن خلدون اس تعلق سے لکھتے ہیں:

> ''آج ظاہریہ کا مذہب بھی مٹ مٹا گیا کیونکہ اس کے امام ختم ہو گئے بہت سے طلبہ جو ان کے مذاہب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور ان کتابوں سے ان کا فقہ اور مذہب سیکھنا چاہتے ہیں وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور اس سے جمہور کی مخالفت اور ان کے مذہب سے انکار بھی لازم آتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس مذہب کی وجہ سے بدعتیوں میں شمار کر لیے جائیں؛ کیونکہ وہ اساتذہ کی چابی کے بغیر کتابوں سے علم کو نقل کر رہے ہیں۔''
> (مقدمہ ابن خلدون ص ۲۸۳)

ائمہ اربعہ میں سے ائمہ ثلاثہ کی تصانیف تو مشہور ہیں؛ لیکن امام ابوحنیفہ کی تصانیف کے تعلق سے تاریخی نقوش اتنے دھندلے ہیں کہ کچھ کہنا مشکل ہے۔ ویسے ماقبل کے مورخین نے اس تعلق سے کچھ کتابوں کے نام لیے ہیں تو اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے کچھ کتابوں کی تصنیف ضرور کی لیکن وہ ہم تک نہیں پہنچ سکی جیسا کہ دیگر علما کے ساتھ بھی ہوا ہے۔ ان کے شاگردوں نے جو کتابیں لکھیں ان میں سے کچھ ہم تک پہنچی ہیں اور بیشتر ہم تک نہیں پہنچ سکی ہیں۔

ان کے شاگردوں میں نمایاں نام امام ابویوسف کا ہے۔ انھوں نے درج ذیل کتابیں لکھی ہیں۔ ابن ندیم نے امام ابویوسف کی تصانیف میں مندرجہ ذیل کتب کا نام لکھا ہے۔

> كتاب الصلاة، كتاب الزكا، كتاب الصيام، كتاب الفرائض، كتاب البيوع، كتاب الحدود، كتاب الوكالة، كتاب الوصايا، كتاب الصيد والذبائح، كتاب الغصب والاستبراء، كتاب اختلاف الامصار، كتاب الرد على مالك بن انس، كتاب رسالة فى الخراج الى الرشيد، كتاب الجوامع الفه ليحيى بن خالد يحتوى على اربعين كتابا ذكر فيه اختلاف الناس والراى الماخوذ به (الفہرست لابن ندیم

۱/۳۵۳)

اس فہرست میں ابن ندیم نے کتاب الرد علیٰ مالک بن انس کا نام لیا ہے؛ لیکن ایسا لگتا ہے کہ یا تو سبقت قلم سے ایسا ہو گیا ہے، صحیح نام ہونا چاہیے: کتاب الرد علیٰ سیر الاوزاعی۔

امام زفر کی کتابوں کا ابن ندیم نے کوئی تذکرہ نہیں کیا ہے؛ لیکن یہ حقیقت ہے کہ انھوں نے بھی کچھ کتابیں لکھی ہیں۔ ابن ندیم نے امام زفر کے ترجمہ میں صرف اتنا لکھ کر چھوڑ دیا ہے کہ ان کی چند کتابیں ہیں۔ کون کون سی ہیں، یہ نہیں بتایا۔ الفہرست کے محقق نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ان کی ایک کتاب مجرد فی الفروع کے نام سے ہے۔ اس کے علاوہ جیسا کہ مولانا عبدالرشید نعمانی نے ثابت کیا ہے کہ ان کی ایک اور کتاب کتاب الآثار کے نام سے ہے جس کا حاکم نے بھی ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ان کی زیادہ تصانیف نہ ہونا کوئی مستبعد نہیں ہے۔

امام محمد بن الحسن کی درج ذیل کتابوں کا ابن ندیم نے ذکر کیا ہے۔

ولمحمد من الكتب في الاصول كتاب الصلوٰة، كتاب الزكاة، كتاب المناسك، كتاب نوادر الصلوة، كتاب النكاح، كتاب الطلاق، كتاب العتاق وامهات الاولاد، كتاب السلم والبيوع، كتاب المضارب الكبير، كتاب المضارب الصغير، كتاب الاجارات الكبير، كتاب الاجارات الصغير، كتاب الصرف، كتاب الرهن، كتاب الشفع، كتاب الحيض، كتاب المزارع الكبير، كتاب المزارع الصغير، كتاب المفاوضة وهى الشركة، كتاب الوكالة، كتاب العارية، كتاب الوديعة، كتاب الحوالة، كتاب الكفالة، كتاب الاقرار، كتاب الدعوى والبينات، كتاب الحيل، كتاب الماذون الصغير، كتاب الديات، كتاب جنايات المدبر والمكاتب، كتاب الولاء، كتاب الشرب، كتاب السرق وقطاع الطريق، كتاب الصيد والذبائح، كتاب العتق فى المرض، كتاب العين والدين، كتاب الرجوع عن الشهادات، كتاب الوقوف والصدقات، كتاب الغصب، كتاب الدور، كتاب الهبة والصدقات، كتاب الايمان والنذور والكفارات، كتاب الوصايا، كتاب حساب الوصايا، كتاب الصلح والخنثى والمفقود، كتاب اجتهاد الراى، كتاب الاكراه، كتاب الاستحسان، كتاب اللقيط، ، كتاب الآبق، كتاب الجامع الصغير، كتاب اصول الفقه، كتاب يعرف بكتاب الحجة يحتوى على كتب كثير، كتاب الجامع الكبير، كتاب امالى محمد فى الفقه وهى الكيسانيات، كتاب الزيادات، كتاب زيادات الزيادات، كتاب التحرى، كتاب المعاقل، كتاب الخصال، كتاب الاجارات الكبير، كتاب الرد على اهل المدينة، كتاب نوادر محمد (الفہرست لابن ندیم ۱/۲۵۴)

حقیقت یہ ہے کہ امام محمد نے اپنی تصانیف کے ذریعہ ہی فقہ حنفی کا نام زندہ اور روشن رکھا ہے اور انہی کی کتابیں فقہ حنفی کا دارومدار ہیں۔ اگر کہا جائے کہ فقہ حنفی کو زندہ رکھنے میں ایک بڑا سبب اور اہم کردار امام محمد بن الحسن کی کتابوں اور تصنیفی خدمات کا ہے تو یہ غلط نہ ہوگا۔

امام حسن بن زیاد لولوئی۔ یہ بھی بڑے مرتبہ کے فقیہ تھے۔ یحییٰ بن آدم جو بڑے درجہ کے مجتہد ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا، ان کی تصنیفات بقول امام طحاوی درج ذیل ہیں:

قال الطحاوی ولہ من الکتب کتاب المجرد لابی حنیفة، روایتہ کتاب ادب القاضی، کتاب الخصال، کتاب معانی الیمان، کتاب النفقات، کتاب الخراج، کتاب الفرائض، کتاب الوصایا (الفہرست لابن ندیم ۱۵۵)

پھر اس کے بعد امام ابویوسف، امام محمد، امام زیاد بن حسن کے شاگردوں اور پھر ان کے شاگردوں نے جو تصنیفی خدمات انجام دی ہیں: سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے، اور اس کے بعد بھی حالت یہی ہوگی۔ ورق تمام ہوا اور مدح ابھی باقی ہے۔

مشہور مورخ ابن خلدون لکھتے ہیں: ان کے (امام ابوحنیفہ) فقہ پر کثرت سے کتابیں لکھی گئیں اور شافعیوں سے مناظرہ کی مجلسیں بھی خوب گرم رہیں اور اختلافی مسائل میں انتہائی نفیس ومفید مذاکرات ہوئے اور انھوں نے گہرے وسنجیدہ نظریات پیش کیے۔ (مقدمہ ابن خلدون ص ۶۲۵)

اصول فقہ کے باب میں ابن خلدون حنفیہ کی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پھر (امام شافعی کے بعد) اس پر فقہائے احناف نے کتابیں لکھیں اور ان قواعد کی تحقیق کی اور ان میں تفصیل سے گفتگو کی۔ اسی طرح اہل کلام نے بھی اس پر کتابیں لکھیں؛ مگر اس موضوع پر فقہا کی کتابیں فقہ کے لیے زیادہ موزوں اور فروع کے مناسب ہیں؛ کیونکہ وہ ہر جزئی مسئلہ میں کثرت سے مثالیں وشواہد پیش کرتے ہیں اور فقہی نکات پر مسائل اٹھاتے ہیں، فقہائے حنفیہ اس میں بڑے ماہر ہیں۔ وہ فقہی نکات کے دریا میں غوطہ لگا کر مقدور بھر مسائل فقہ سے ان قوانین کے موتی چن لیتے ہیں۔ جیسا کہ انہی کے امام میں سے ابوزید دبوسی کا زمانہ آیا تو انھوں نے قیاس پر سب سے زیادہ لکھا اور ان بحثوں اور شرطوں کو تکمیل تک پہنچا دیا، جن کی قیاس میں ضرورت پڑتی ہے۔ ان کی تکمیل سے اصول فقہ کی صنعت مکمل ہوگئی اور اس کے مسائل مرتب اور قواعد تیار ہوگئے، حنفیہ نے بھی اس علم پر بہت سی کتابیں لکھیں ہیں۔ پہلے علما میں ابوزید دبوسی کی اور پچھلے علما میں سیف الاسلام بزدوی کی بہترین کتاب ہے۔ جو اس فن کے تمام مسائل کی جامع ہے۔ ابن ساعاتی حنفی نے کتاب الاحکام اور بزدوی کی کتاب کو ایک جگہ ترتیب سے جمع کر دیا اور اس کا نام البدائع رکھا۔ اس کی ترتیب انتہائی بہترین ہے اور یہ بے حد نادر کتاب ہے۔ اس زمانے کے علما کے مطالعہ میں یہی رہتی ہے اور وہ اسی کے مسائل پر تبادلہ خیالات کرتے ہیں۔ بہت سے علمائے عجم نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔'' (مقدمہ ابن خلدون، ص ۶۳۲)

جن کو اس تعلق سے زیادہ معلومات چاہییے وہ کشف الظنون، معجم المولفین، المدخل الی المذھب الحنفی اور دیگر کتابوں کا مطالعہ کریں۔ جس سے یہ حقیقت بخوبی کھل کر واضح ہوگی کہ علمائے احناف نے تصنیف وتالیف اور پیش آمدہ مسائل میں لوگوں کی رہنمائی ہر دور میں جاری رکھی اور یہی وجہ ہے کہ امت کا ایک بڑا طبقہ فقہ حنفی سے وابستہ رہا ہے۔

(۵) فقہ حنفی کی اپنی خصوصیات

فقہ حنفی کی ایک مزید خصوصیت یہ ہے کہ وہ صیقل شدہ ہے۔ یعنی حکومت اور کارقضا اس کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے پیش آمدہ مسائل کا حل اس نے پیش کیا ہے اور لوگوں کو جو مختلف طرح معاملات پیش آتے ہیں، اس میں رہنمائی کی ہے۔ تیرہ صدیوں سے وہ تجربات کی بھٹی میں تپ تپ کر کندن ہوچکی ہے، اس معاملے میں اگر کوئی دوسری فقہ اس کے ساتھ شریک ہوسکتی ہے تو وہ صرف فقہ مالکی ہے۔

فقہ مالکی اور فقہ حنفی کے تقابل میں فقہ حنفی کو ایک امتیاز یہ حاصل ہے کہ فقہ مالکی کا دائرۂ کار صرف اندلس اور ان کے اطراف ہی رہے ہیں، جہاں کی تہذیب او معاشرت ایک جیسی ہے۔ جب کہ فقہ حنفی نے مختلف الاذہان اور مختلف ممالک وقبائل کو اپنے سانچے میں ڈھالا ہے۔ ایک جانب اگر وہ عراق اور دارالسلام بغداد میں حکومت کا سرکاری مذہب ہے تو اسی کے ساتھ وہ ترک اور روم میں بھی کارقضا وافتا انجام دے رہا ہے۔ اگر ایک جانب چینی مسلمان فقہ حنفی کے حلقہ بگوش ہیں تو دوسری طرف ہندی مسلمان بھی، اسی کے دائرہ اطاعت میں داخل ہیں۔

بلاخوف تردید یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ اگر کوئی مذہب اور مسلک تجربات کی بھٹی میں تپ کر کندن ہوا ہے تو وہ صرف فقہ حنفی ہے۔ اگر فقہ حنفی میں جان نہ ہوتی تو وہ تاریخ کے اتنے رگڑے نہیں سہہ سکتی تھی۔ وہ اب تک زندہ ہے پایندہ ہے تو یہ اس کی نافعیت اور تاریخ کی کسوٹی پر ثابت ہونے والی صداقت ہے۔

اس سلسلہ میں یہ بتادینا شائد نفع سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی نوراللہ مرقدہ یہ کہتے تھے کہ فقہ حنفی اور مالکی تعمیری فقہ ہیں اور فقہ شافعی وحنبلی تنقیدی ہیں اور اس کی توجیہ وہ یہ کرتے تھے:

> ''لوگ جانتے ہیں کہ حنفی اور مالکی فقہ کی حیثیت اسلامی قوانین کے سلسلہ میں تعمیری فقہ کی ہے اور شافعی وحنبلی فقہ کی زیادہ تر ایک تنقیدی فقہ کی ہے۔ حنفیوں کی فقہ کو مشرق اور مالکی فقہ کو مغرب میں چوں کہ عموماً حکومتوں کے دستور العمل کی حیثیت سے تقریباً ہزار سال سے زیادہ مدت تک استعمال کیا گیا ہے؛ اس لیے قدرتاً ان دونوں مکاتب خیال کے علما کی توجہ زیادہ تر جدید حوادث وجزئیات وتفریعات کے ادھیڑ بن میں مشغول رہی۔ بخلاف شوافع وحنابلہ کے کہ بہ نسبت حکومت کے ان کا زیادہ تر تعلیم وتعلم، درس وتدریس اور تصنیف وتالیف سے رہا؛ اس لیے عموماً تحقیق وتنقید کا وقت ان کو زیادہ ملتا رہا۔'' (شاہ ولی اللہ نمبر ص ۲۰۰)

(یہاں پر یہ بتادینا ضروری ہے کہ فقہ حنفی نے اجتہاد وتقلید کے مابین ایک مناسب خط کھینچا ہے جو افراط وتفریط سے عاری اور اعتدال وتوازن پر مبنی ہے۔ انھوں نے ایک جانب عوام پر مجتہدین کی تقلید کو ضروری قرار دیا تو دوسری جانب

پیش آمدہ مسائل کی رہنمائی کے لیے اجتہاد فی المذہب کے باب کو مفتوح رکھا؛ کیونکہ واقعات وحوادث بے شمار ہیں اور کوئی شخص کتنا ہی ذہین کیوں نہ ہو؛ لیکن وہ تمام پیش آمدہ واقعات اوراس کی جزئیات نہیں بتا سکتا، لہٰذا اس کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ اجتہاد فی المذہب کا سلسلہ جاری رہے۔)

فقہ حنفی کی ایک اور خصوصیت جو اس کو دیگر فقہ سے ممتاز کرتی ہے، یہ ہے کہ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام زفر اگر چہ خود اپنی جگہ مجتہد مطلق تھے؛ لیکن ان کے اقوال بھی امام ابوحنیفہ کے اقوال کے ساتھ ہی کتابوں میں ذکر کیے گئے ہیں، لہٰذا یہ سب مل ملا کر فقہ حنفی ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے فقہ حنفی کا دائرہ بہت وسیع ہو گیا ہے۔ شیخ ابوزہرہ اس تعلق سے لکھتے ہیں:

''صرف امام ابوحنیفہ کے اصحاب وتلامذہ کے افکار وآرا ہی ان کے اقوال سے مخلوط نہیں ہوئے؛ بلکہ آگے چل کر لوگوں نے ان میں ایسے اقوال کو بھی داخل کر دیے، جو امام ابوحنیفہ اور ان کے اصحاب سے منقول نہ تھے۔ ان میں سے بعض اقوال کو حنفی مسلک سے وابستہ سمجھا گیا اور بعض کو نہیں۔ بعض علما نے کچھ اقوال کو راجح اور کچھ کو مرجوح قرار دیا۔ اس طرح اختلاف وترجیح میں اضافہ ہوتا رہا اور یہ سب کچھ بڑے دقیق اور محکم قواعد پر مبنی تھے۔ اس طرح فقہ حنفی میں وسعت پیدا ہوئی اور اس کا دامن اتنا وسیع ہو گیا کہ اس میں زمانہ کے لوازمات اور عام حالات کا ساتھ دینے کی صلاحیت پیدا ہوئی۔'' (حیات حضرت امام ابوحنیفہ ص ۴۲۷)

آگے چل کر شیخ ابوزہرہ لکھتے ہیں کہ فقہ حنفی کی ترقی کا باعث تین عوامل ہوئے:

(۱) حنفی مذہب کے دائرہ کے مجتہد اور تخریج مسائل کرنے والے فقہا

(۲) امام صاحب اور آپ کے اصحاب سے منقول اقوال کی کثرت

(۳) تخریج مسائل کی سہولت اور مخرجین کے اقوال کا معتبر ہونا

(۶) داعیان دین کی کوششیں اور کاوشیں

یہ بھی تاریخی حقیقت ہے کہ سلطنت عباسیہ کے خلفا حنفی مذہب سے ارادت اور عقیدت رکھتے تھے۔ سلطنت عباسیہ کے قاضی اور چیف جسٹس وغیرہ حنفی ہوا کرتے تھے۔ یہ حکومتیں کفر کی سرزمین پر لشکر کشی کیا کرتی تھیں۔ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر ہزاروں افراد اسلام لے آتے تھے۔ ان نومسلموں کو اسلامی تعلیمات سکھانے کی ذمہ داری قاضیوں کی ہوا کرتی تھی۔ یہ قاضی چونکہ خود بھی حنفی ہوتے تھے؛ لہٰذا ان کو مسائل فقہیہ کی تعلیم بھی فقہ حنفی کے مطابق دیا کرتے تھے۔ اس طرح رفتہ رفتہ تھوڑے ہی عرصہ میں فقہ حنفی نے ایک بڑی اور وسیع جگہ پیدا کر لی۔ بالخصوص نومسلمین تمام کے تمام فقہ حنفی سے ہی وابستہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان نومسلمین قبائل میں سے آگے چل کر جنھوں نے سلطنت وحکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ جیسے کہ سلجوقی، مغل، آل عثمان وغیرہ۔ وہ سب کے سب بھی حنفی ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی دیگر داعیانِ دین جنھوں نے انفرادی طور پر دعوت دین کا علم بلند کیا وہ بھی زیادہ تر حنفی تھے۔

جب چنگیز خان کی قیادت میں تاتاریوں نے عالم اسلامی کو روند دیا تو اس وقت عالم اسلام زوال کا شکار تھا۔ اور ایسا لگتا تھا کہ اس کے دن پورے ہو چکے ہیں؛ لیکن خدا کی رحمت جوش میں آئی اور فاتحین نے مفتوحین کے مذہب

کو قبول کرلیا۔ چنگیز خان کی حکومت اس کے بیٹوں میں تقسیم کر دی گئی تھی۔ چنگیز کے بڑے بیٹے کی نسل جوجی خان میں سے برکہ خان نے اسلام قبول کیا، اس طرح کہ اس کو خود اسلام کی طرف رغبت ہوئی اور اس نے مسلم تاجروں سے اس کے حوالے سے پوچھا اور اسلام قبول کرلیا اور اپنے چھوٹے بھائی کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ چنگیز خان کا پوتا قازان بن ارغوان امیر توزون کی تلقین سے ان کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوا۔ چنگیز خان کے خاندان کی تیسری شاخ جو بلادمتوسطہ پر قابض تھی، اس میں سے تیمور خان نے ایک مسلم داعی شیخ جمال الدین کاشغر کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ (بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ص ۳۳۱)

حقیقت یہ ہے کہ مغل اور ترک تمام کے تمام حنفی گزرے ہیں اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انھوں نے جن کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا وہ سب حنفی تھے، لہٰذا اس اثر سے انھوں نے بھی فقہیات میں حنفی مسلک کو اپنایا۔

اسی طرح ہم ہندوستان میں دیکھیں کہ حضرات صوفیا کرام کے وجود باجود سے ہندوستان میں اسلام کی نشر واشاعت ہوئی۔ صرف خواجہ اجمیری کے تعلق سے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ نوے لاکھ افراد حلقہ بگوش اسلام ان کی وجہ سے ہوئے۔ پھر ان کے خلفا اور مریدین نے دور دراز کے مقامات پر جس طرح اسلام کو پھیلایا، وہ تاریخ کا حصہ ہے۔

سیر الاولیا کے مصنف حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور ان کے خلفا کی کاوشوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''ملک ہندوستان اپنے آخری مشرقی کنارہ تک کفر وشرک کی بستی تھی۔ اہل تمرد انا ربکم الاعلی کی صدا لگا رہے تھے۔ اور خدا کی خدائی میں دوسری ہستیوں کو شریک کرتے تھے اور اینٹ، پتھر، درخت، جانور، گائے کو سجدہ کرتے تھے۔ کفر کی ظلمت سے ان کے دل تاریک اور مقفل تھے۔ سب دین وشریعت سے غافل، خدا و پیغمبر سے بے خبر تھے۔ نہ کسی نے قبلہ کی سمت پہچانی۔ نہ کسی نے اللہ اکبر کی صدا سنی، آفتاب اہل یقین حضرت خواجہ معین الدین کے قدم مبارک کا یہاں پہنچنا تھا کہ اس ملک کی ظلمت نور اسلام سے مبدل ہوگئی۔ اور ان کی کوشش وتاثیر سے جہاں شعائر شرک تھے، وہاں مسجد ومحراب ومنبر نظر آنے لگے۔ جو فضا شرک کی صدا سے معمور تھی، وہ نعرۂ اللہ اکبر سے گونجنے لگی۔ اس ملک میں جس کو اسلام کی دولت ملی اور قیامت تک جو بھی اس دولت سے مشرف ہوگا۔ نہ صرف وہ بلکہ اس کی اولاد در اولاد نسل در نسل سب ان کے نامہ اعمال میں ہوں گے اور اس میں قیامت تک جو بھی اضافہ ہوتا رہے گا اور دائرہ اسلام وسیع ہوتا رہے گا۔ قیامت تک اس کا ثواب شیخ الاسلام معین الدین حسن سنجری کی روح کو پہنچتا رہے گا۔'' (سیر اولیا ص، بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت ص ۲۸-۲۹)

سیر الاقطاب کے مصنف لکھتے ہیں: ہندوستان میں ان کی وجہ سے اسلام کی اشاعت ہوئی اور کفر کی ظلمت یہاں سے کافور ہوئی۔ (سیر الاقطاب ص ۱۰۱)

یہ صرف صوفیانہ خوش عقیدگی نہیں ہے؛ بلکہ دیگر مورخین نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ ابوالفضل آئین اکبری میں لکھتا ہے: اجمیر میں عزلت گزریں ہوئے اور اسلام کا چراغ بڑی آب وتاب سے روشن کیا اور ان کے انفاسِ قدسیہ سے جوق در جوق انسانوں نے ایمان کی دولت پائی۔ (آئین اکبری، سرسید ایڈیشن ص، بحوالہ تاریخ دعوت وعزیمت

ص ۳۰)

یہ سب صوفیائے کرام چونکہ حنفی تھے، لہذا نومسلم بھی فقہ حنفی سے ہی وابستہ ہوئے۔

برصغیر ہندو پاک میں کس طرح اسلام پھیلا۔ اس پر پروفیسر آرنلڈ کی کتاب پریچنگ آف اسلام کا مطالعہ کیا جائے۔ ہم اس مختصر مضمون میں کچھ اشارے کردیتے ہین بالخصوص ہندوستان کے تعلق سے۔

کشمیر جو برہمنوں کا گڑھ تھا، اس کو سید علی ہمدانی نے اپنی دعوتی کوششوں سے اسلام کے مرکز میں تبدیل کردیا اور اس طرح تبدیل کیا کہ آبادی کا توازن ہی بالکل الٹ دیا۔ جہاں کبھی برہمن اکثریت میں تھے، اب وہ اقلیت میں آ گئے۔ سید علی ہمدانی حنفی تھے، لہذا ظاہری بات ہے کہ ان کے اثر سے اسلام قبول کرنے والے بھی فقہ حنفی سے وابستہ ہوئے۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری نے جس طرح ہندوستان میں اسلام کی نشر واشاعت کی۔ اس کے بارے میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

''سلسلہ چشتیہ کی بنیاد ہندوستان میں پہلے ہی دن سے اشاعت وتبلیغ اسلام پر پڑی تھی۔ اوراس کے عالی مرتبت بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے ہاتھ پر اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے کہ تاریخ کے اس اندھیرے میں اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے''۔ (تاریخ دعوت وعزیمت جلد سوم)

''پنجاب کے مغربی صوبوں کے باشندوں نے خواجہ بہاء الحق ملتانی اور بابافرید پاک پٹن کی تعلیم سے اسلام قبول کیا۔ یہ دونوں بزرگ تیرہویں صدی عیسوی کے قریب خاتمہ اور چودھویں صدی عیسوی کے شروع میں گزرے ہیں۔ بابافرید گنج کے بارے میں مصنف نے لکھا ہے کہ انھوں نے سولہ قوموں (برادریوں) کو تعلیم وتلقین سے مشرف بہ اسلام کیا''۔ (پریچنگ آف اسلام)

اس کے علاوہ تمل ناڈو کے بارے میں آتا ہے کہ وہاں نویں صدی میں ایک بزرگ مظہر نامی آکر بسے تھے اوران کے ساتھ مریدین تھے۔ انھوں نے وحشیوں کو زیر بھی کیا اوراپنے اخلاق وکردار سے ان کو اسلام کی جانب مائل بھی کیا۔ بنگال وبہار میں بھی اسلام کی شاعت صوفیا کرام ہی کے زیراثر ہوئی۔ اور یہ بات مخفی نہیں ہے کہ صوفیا کرام میں سے تمام کے تمام حنفی تھے، لہٰذا ان کے وابستگان بھی فقہ حنفی سے وابستہ ہوئے۔

انڈونیشیا اور ملیشیا میں حنفیوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ جب کہ وہاں پر کوئی لشکر کشی نہیں ہوئی، وہاں تاجروں کے ذریعہ اسلام پھیلا۔ گمان غالب یہ ہے کہ یہ تاجر بھی حنفی ہوں گے اوران کے اثر سے اسلام قبول کرنے والوں نے فقہ حنفی کو اپنایا ہوگا۔

یہ اگرچہ انتہائی مختصر جائزہ ہے؛ لیکن اس سے اتنی بات ثابت ہورہی ہے کہ صوفیا کرام اور داعیان دین کا فقہ حنفی کی نشر واشاعت میں اہم کردار ہے۔

(۷) حکومت وسلطنت کا اثر

عمومی طور پر مورخین نے بھی فقہ حنفی کے قبولِ عام اور اقطارِ عالم میں پھیلنے کا ایک سبب حکومت وسلطنت کی سرپرستی

قرار دیا ہے اور امام ابو یوسف کے عباسی سلطنت میں قاضی القضا (چیف جسٹس) بننے کو بڑی وجہ قرار دیا ہے۔ ابن حزم لکھتے ہیں:

مذہبان انتشرا فی بدء امرھما بالریاسة، الحنفی بالمشرق والمالکی بالاندلس (وفیات الاعیان ۲/۲۱۶)

''دو مذہب ابتدا میں حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے پھیلے، مشرق میں حنفی اور اندلس میں مالکی مذہب۔''

ابن خلدون لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کے ماننے والے آج عراقی، سندھی، چینی، ماوراالنہر اور تمام عجمی شہروں کے مسلمان ہیں؛ کیونکہ ان کا مذہب خصوصیت سے عراق اور دارالسلام کا مذہب تھا اور سرکاری مذہب کو ہی زیادہ مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

وکان اشھر اصحابہ ذکرا ابو یوسف، تولی قضاء القضاة ایام ھارونِ الرشید فکان سببا لظھور مذھبہ والقضاء بہِ فِی اقطارِ العراقِ وخراسان وما وراء النھر (الانصاف فی اسباب الاختلاف ص ۳۹)

اس سے انکار نہیں کہ یہ بھی فقہ حنفی کے نشر و اشاعت کا ایک سبب ہے؛ لیکن اسی کو مکمل سبب قرار دینا، نہ صرف امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کے کارناموں کے ساتھ ظلم ہے؛ بلکہ ان تمام فقہائے احناف کے ساتھ ظلم ہے، جنہوں نے اپنی پوری زندگی فقہ حنفی کی خدمت میں لگا دی۔

(۸) فقہ حنفی کو حکومت کی مخالفت کا سامنا

یہ شاید بہتوں کو معلوم نہ ہو کہ فقہ حنفی پر سرکاری ظلم و استبداد بھی خوب ہوئے ہیں۔ دیگر مسالک اس سے بہت حد تک بچے رہے ہیں۔ اندلس وغیرہ میں فقہ حنفی رواج پذیر تھی؛ لیکن وہاں کے سلطان نے شاہی استبداد سے کام لے کر فقہائے احناف کو اپنی مملکت سے جلاوطن کر دیا۔ مقدسی احسن التقاسیم میں بعض اہل مغرب کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ سلطان کے سامنے دونوں فریق جمع ہوئے سلطان نے پوچھا: امام ابوحنیفہ کہاں کے ہیں؟ کہا گیا: کوفہ کے۔ پھر اس نے پوچھا: امام مالک کہاں کے ہیں؟ جواب دیا گیا: مدینہ کے۔ تو اس نے کہا: ہمارے لیے صرف امام دارالہجرت کافی ہیں۔ اس کے بعد اس نے تمام فقہائے احناف کو ملک سے باہر نکل جانے کا حکم دے دیا اور کہنے لگا میں اپنی سلطنت میں دو مذہب پسند نہیں کرتا۔ (احسن التقاسیم)

مصر میں فقہ مالکی شافعی اور حنفی سبھی موجود تھے؛ لیکن فاطمی حکمرانوں کے دور میں صرف فقہ حنفی کو وہاں کے حکام نے نشانہ بنایا۔ اور اس کی وجہ سیاسی تھی؛ کیونکہ فقہ حنفی سلطنت عباسیہ کا سرکاری مذہب تھا اور عباسی خلفا اور فاطمی حکمرانوں میں ہمیشہ چپقلش رہتی تھی، دونوں دینی سیادت و قیادت کے دعویدار تھے۔ ایک سنیوں کا نمائندہ تو دوسرا شیعوں کا نمونہ تھا۔ اسی وجہ سے فاطمی حکمرانی کے دور میں جو طویل عرصہ تک ممتد رہا، فقہ حنفی کو نشانہ بنایا گیا۔

اسی طرح فارس یعنی موجودہ ایران پورا کا پورا فقہ حنفی پر عمل پیرا تھا؛ لیکن ایک جانب وہاں صفوی خاندان کے حکمرانوں نے شیعیت کی ترویج میں جم کر حصہ لیا تو دوسری جانب سلطنتِ عثمانیہ سے چپقلش کی وجہ سے ایرانی حکمرانوں نے حنفیوں پر زندگی تنگ کر دی اور ان کو ہر طرح سے ستایا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شہر اور بلاد و امصار جو کبھی فقہائے احناف کے گڑھ ہوا کرتے تھے، ویران اور سنسان ہو گئے۔ اور فارس جو کبھی علمی رہنمائی میں اسلامی دنیا کا نقیب اور رہنما تھا علمی تنزلی سے ایسا دوچار ہوا کہ کل تک جو زمانہ کے امام تھے، وہ غیروں کے پیروکار بن گئے۔

ہم نے یہ کچھ وجوہ اس لیے بیان کیے ہیں تاکہ فقہ حنفی کے شیوع اور قبولِ عام کے تعلق سے مخالفانہ پروپیگنڈہ کرنے والے اپنے نظریات پر سنجیدگی سے غور کریں اور سمجھیں کہ مورخین کے چند بیانات کو جس طرح وہ اپنی دلیل بنائے ہوئے ہیں، وہ اس موضوع کے موضوعی اور غیر جانبدارنہ مطالعہ میں کہاں تک درست اور باصواب ہے۔ اللہ ہم سب کو اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق دے (آمین)

سماجی ہم آہنگی کیسے ہو؟

(مختلف مکاتب فکر اور مذاہب کے نوجوان علماء کی تربیتی نشستوں کا احوال)

معلمین: ڈاکٹر قبلہ ایاز، رومانہ بشیر، خورشید احمد ندیم، مفتی محمد زاہد، محمد عمار خان ناصر، صاحبزادہ امانت رسول، ڈاکٹر اعجاز احمد صمدانی، ثاقب اکبر، سید احمد یوسف بنوری، سبوخ سید

—— مرتب: سجاد اظہر ——

صفحات: 204۔ قیمت: 100 روپے

برائے رابطہ: نیریٹوز پرائیویٹ لمیٹڈ، پوسٹ بکس 2110، اسلام آباد۔ 051-2806074